فرمودہ ۹ رمارچ ۱۹۱۷ء

تشہد و تعوذ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی :۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

بعد ازاں فرمایا :۔

ایک جماعت ایسی ہوتی ہے جو اپنے منہ سے اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ فلاں فلاں قواعد و قوانین کی میں اتباع کروں گی ۔ اور کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ان قواعد قوانین کی اتباع کا اقرار نہیں کرتے ۔ یہ لوگ بھی جو ان قواعد کو تسلیم نہیں کرتے ۔ ان کی خلاف ورزی کرنے پر مجرم ہوتے ہیں ۔ لیکن جو اقرار کر کے پھر ان قواعد پر عمل نہیں کرتے وہ زیادہ مستحق سزا ہوتے ہیں ۔ جن لوگوں نے قواعد کو تسلیم ہی نہیں کیا ہوتا ۔ ان کی طرف سے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ابھی قواعد بنانیوالی حکومت و طاقت کے اختیار کو ہی تسلیم نہیں کیا ۔ وہ سمجھتے ہیں ۔ کہ اس قسم کی کوئی حکومت ہے ہی نہیں ۔ جو ہمارے لئے قواعد منضبط کرے ۔ اگر ہے تو اسے اختیار ہی نہیں ۔ کہ ہمارے لئے کسی قسم کے قواعد بنائے ۔ اس لئے ان لوگوں کا انکار تصفیہ حقوق کے لئے ہے ۔ مگر جو ان قواعد کو مان کر انکار کرتے ہیں وہ بغاوت کرتے ہیں ۔

ان دونو گروہوں میں فرق ہے ۔ اوّل گروہ جس نے ابھی قواعد کو تسلیم نہیں کیا اس کے افراد تو کہتے ہیں ۔ کہ ہم ماننے کے لئے تیار ہیں ۔ مگر ہمیں یہ تو سمجھا دیا جائے کہ آپ کو ان قوانین کے بنانے کا اختیار بھی ہے ۔ پس جب آپ یہ ثابت کر دیں گے ۔ تو ہم مان لیں گے ۔ مگر دوسرے گروہ کی حالت بالکل

---

[1] :۔ البقرہ : ۲ تا ۶ ؎

اس کے مخالف ہے۔ اس کے افراد کہتے ہیں کہ بے شک آپ کو اختیار ہے۔ کہ آپ قواعد بنائیں اور ہم سے منوائیں۔ اور ہم اس بات کو مانتے ہیں۔ مگر ان پر عمل نہیں کریں گے۔

پس جنہوں نے تصفیۂ حقوق نہیں کیا ہوتا ان کی نسبت وہ لوگ زیادہ مستحق سزا و عقوبت ہوتے ہیں جو حکومت کو مانتے ہوئے پھر اس کے احکام کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہٗ ایک راجہ[1] کا قصہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ اُس نے آپ سے کہا۔ مولوی صاحب آپ نے بھی کوئی بُت رکھا ہوا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں راجہ صاحب ہم نے تو کوئی بُت نہیں رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا مولوی صاحب کوئی تو ہوگا۔ فرمایا نہیں کوئی بھی نہیں حیران ہو کر کہنے لگا۔ مولوی صاحب سچ مچ کوئی بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا۔ راجہ صاحب سچ مچ کوئی نہیں کہنے لگا۔ مولوی صاحب مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اور کوئی بُت رکھیں یا نہ رکھیں مگر "دُرگا" کا ضرور رکھ لیں۔ اس کا رکھنا نہایت ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا۔ راجہ صاحب! ہم تو کسی دُرگا وغیرہ کے قائل نہیں۔ اور نہ اس کا بُت رکھتے ہیں۔ راجہ صاحب نے کہا۔ مولوی صاحب اب مَیں سمجھا۔ کہ کیوں آپ کو یہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ آپ تو ان کی حکومت میں ہی نہیں ہیں اسلئے وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ مگر ہم تو ان کی حکومت میں ہیں۔ اگر ہم ان کے خلاف کریں۔ تو وہ ضرور ہم کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی ہماری ریاست میں رہ کر ہمارے قوانین کے خلاف کرے تو ہم اس کو سزا دے سکتے ہیں۔ مگر جو ریاست کے باہر جا کر ہمارے قوانین کے خلاف کرے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔[2]

اس کی یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ بُت کوئی چیز نہیں ہیں۔ مگر جس اصل کے ماتحت اس نے بیان کی ہے وہ درست ہے۔ کہ جب کوئی کسی کو تسلیم ہی نہیں کرتا اور اس کی حکومت سے ہی باہر ہوتا ہے۔ تو وہ اسے کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ مگر جو حکومت کو مانتا ہوا اس کے خلاف کرتا ہے اس کو ضرور سزا دی جاتی ہے۔

فقہائے اسلام میں اس بات پر بحث ہوئی ہے کہ کفار پر اوامر شرعیہ کا بجالانا واجب ہے یا نہیں۔ ان میں سے جو محققین ہیں وہ اس طرف گئے ہیں کہ مسلمان جو شریعت کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر تو بے شک احکامِ شرعیہ کی بجا آوری فرض ہے۔ مگر جو شریعت اسلام کو ہی نہیں مانتے وہ احکام شریعت کے ماننے پر مکلف نہیں۔ ان سے صرف یہ مطالبہ ہوگا کہ تم نے اسلام کیوں قبول نہیں کیا۔ مگر ایک مسلمان سے یہ سوال ہوگا کہ تم نے اسلام تو قبول کیا۔ مگر اسلام نے جو احکام بتائے تھے ان کو تم نے کیوں تسلیم نہیں کیا۔

---

[1] مہاراجہ کشمیر۔

[2] مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدینؓ

بہت دفعہ جب مسلمانوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ تم پر جو ذلت و نکبت و ادبار آ رہا ہے وہ اسلئے ہے۔ کہ تم نے اسلام کو پسِ پُشت ڈال دیا ہے۔ اور شریعت اسلام کی پابندی کو چھوڑ دیا ہے تو وہ اکثر یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر ہمارا ان عذابوں اور ذلتوں میں گرفتار ہونا یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ ہم نے اسلام کے احکام کی پابندی کو چھوڑ دیا ہے۔ تو عیسائی۔ موسائی اور دیگر اقوام جو ہر بات میں روزافزوں ترقی کر رہی ہیں۔ ان کی ترقی کا کیا سبب ہے۔ حالانکہ ہم لوگ تو اسلام کی صداقت کو مانتے ہیں۔ مگر وہ تو اس کے نام تک سے متنفر ہیں۔ پھر وہ کیوں دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہماری ذلت و ادبار کو احکام اسلام کی نافرمانی کا باعث قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ترقی کر رہے ہیں انہوں نے اسلام کو قبول ہی نہیں کیا اور اسلام کو قبول نہ کرنے کی سزا ان کو اس جہان میں نہیں۔ بلکہ اگلے جہان میں ملے گی۔ اس جگہ جو کسی کو سزا ملتی ہے۔ تو وہ حق کے مقابلہ اور شرارت کے باعث ملتی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اسی مسجد سے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ جب اُس بڑے مکان کے بالمقابل پہنچے۔ تو اپنی چھڑی کو زمین پر مارتے جا رہے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ اگر یہ لوگ میری اور میری جماعت کی مخالفت میں شرارت اور فتنہ کو چھوڑ دیں۔ تو خُدا تعالیٰ ضرور ان کو طاعون سے نجات دیدے کیونکہ خدا تعالیٰ نہ ماننے پر اس دنیا میں سزا نہیں دیتا۔ بلکہ آخرت میں دیتا ہے اور یہاں اُس وقت سزا دیتا ہے جبکہ لوگ شرارت اور فتنہ پردازیوں سے حق کا مقابلہ کرتے ہیں۔

مسیحیوں کا ترقی کرنا اس لئے ہے کہ وہ اسلام کو سرے سے مانتے ہی نہیں اور مسلمانوں کا عذابوں میں گرفتار ہونا اس لئے ہے کہ وہ بغاوت کے مرتکب ہیں۔ یعنی اسلام کو مان کر پھر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس لئے خُدا ان کو سزا دیتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کو ان کی اس بغاوت کی کوئی سزا نہ ملتی۔ تو حق و باطل کی تمیز ہی اُٹھ جاتی۔ اب ان کو سزا ملنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ کوئی خُدا ہے۔ جو دیکھ رہا ہے۔ اگر اس کی بات کو مان کر پھر اس کی خلاف ورزی کی جائے تو وہ سزا دیتا ہے۔ لیکن جو اس کے احکام کو ہی نہیں مانتے۔ ان کے لئے بھی سزا ہے۔ مگر وہ اور قسم کی ہے۔ اور آخرت میں ملتی ہے۔ وہ جو مان کر انکار کرتے ہیں۔ ان کو یہیں سزا دی جاتی ہے۔

پس یہ اصل ثابت شدہ ہے۔ کہ جب کوئی قوم خُدا کے قوانین کو چھوڑ دیتی ہے تو خدا تعالیٰ ایک نبی کو بھیجتا ہے۔ جب وہ قوم اس کا مقابلہ کرتی ہے اور شرارت اور فتنہ سے اس کے مقابلہ میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور اس سے گستاخی سے پیش آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو اپنے عذاب میں پکڑ لیتا اور سزا دیتا ہے۔ مگر یہ عذاب اس کی شرارت اور گستاخی کے باعث ہوتا ہے نہ اس لئے کہ اس نے اس نبی کو کیوں تسلیم نہیں کیا؟

اس اصل کے ماتحت میں جماعت کے تمام لوگوں کو خواہ وہ قادیان کے رہنے والے ہوں یا باہر کے۔ متوجہ کرتا ہوں کہ تم نے ایک نبی کے ذریعہ اسلام کے احکام پر عمل کرنے کا تہیّہ کیا ہے مگر دوسروں نے اس نبی کے ہاتھ پر کوئی اقرار نہیں کیا۔ تم نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ مگر انہوں نے اس قسم کا کوئی عہد نہیں باندھا۔ اگرچہ وہ اس نبی کو نہ ماننے کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے مواخذہ کے نیچے ہیں۔ مگر تم جنہوں نے یہ عہد کیا ہے۔ اگر اس کے خلاف کرو گے تو بہت زیادہ سزا کے مستحق ہو گے۔ اگر وہ ادھر توجہ نہ کریں۔ تو انہیں اس پر سزا نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ وہ اس سے بری ہیں کہ عہد باندھ کر اس کے خلاف کر رہے ہیں۔ مگر ہماری جماعت کے لوگوں نے تو یہ عہد کیا ہے کہ یہ اپنی جان۔ اپنے مال۔ اپنے آرام کو خُدا کی راہ میں قربان کریں گے۔ پھر اگر تم اپنی خوشی سے اس عہد کو پورا نہیں کرو گے۔ اور خُدا کے عہد کو فراموش کر دوگے۔ تو وہ زبردستی پورے کرائے گا۔ اور اس وقت تم کچھ نہیں کر سکو گے۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ گورنمنٹ برطانیہ کے وزراء نے اعلان کیا تھا۔ کہ گورنمنٹ کو قرضہ کی ضرورت ہے۔ اگر خوشی سے روپیہ دو تو بہت اچھی بات ہے۔ اس پر علاوہ خوشنودی سرکار کے سود بھی بہت دیا جائے گا۔ لیکن اگر اپنی خوشی سے روپیہ نہیں دوگے تو پھر گورنمنٹ اس قسم کے قوانین بنائے گی کہ مجبوراً تم کو روپیہ دینا پڑے گا۔ اور پھر سود بھی اس شرح سے نہیں دیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دو قسم کے ابتلاء ہیں۔ ایک تو وہ جو خدا تعالیٰ خود انسان کو اختیار دیتا ہے۔ کہ تم خود اپنے اُوپر وارد کر لو۔ جیسے نماز ہے۔ سردی کا موسم ہے۔ وضو کرنا ہے۔ ٹھنڈے پانی کو اگر گرم کر لیا جائے۔ تو کوئی ممانعت نہیں۔ جس طرح انسان آرام دیکھے کر سکتا ہے۔ پھر روزہ ہے۔ موسم سخت ہے اس کے لئے انسان ایسا انتظام کر سکتا ہے۔ کہ بھوک نہ لگے۔ ایسی مقوی غذائیں کھائے جو اسے ناطاقت نہ ہونے دیں۔ یا ایسی ثقیل خوراک کھائے۔ جو شام تک ہضم ہو۔ پھر زکوٰۃ ہے کہ انسان سال بھر میں ایک دفعہ اپنے مال کا کچھ حصّہ خُدا کی راہ میں دیدے۔ پھر حج ہے اس کے لئے یہ نہیں۔ کہ ہر سال کوئی حج کرے بلکہ تمام عمر میں ایک دفعہ جب موقع ملے۔ اور فراغت دیکھے تو حج ادا کرے یہ ایسی ریاضتیں ہیں جن کے ادا کرنے کا انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسا کہ کوئی استاد اپنے شاگرد کو کہے کہ تم اپنے آپ کو اتنے بید لگاؤ۔ جب وہ خود لگائے گا۔ تو اُستاد کی نسبت ضرور ہی ہلکے لگائے گا۔ جب انسان اس تکلیف کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ جس کا اُسے اختیار دیا جاتا ہے اور اس کو اپنے پر وارد نہیں کرتا۔ تو پھر خدا تعالیٰ خود سزا دیتا ہے۔ اور پھر وہ سزا بہت سخت ہوتی ہے۔ جیسے جب کوئی لڑکا خود اپنے تئیں بید نہ مارے تو پھر اُستاد خود مارتا ہے اور اس نرمی اور احتیاط سے نہیں مارتا جیسے خود وہ لڑکا اپنے تئیں سزا دے سکتا تھا۔ اسی طرح جب انسان خُدا کے

مقرر کردہ پہلے ان ابتلاؤں کو جو خُدا نے اس کے اختیار میں دے رکھے ہیں اپنے پر وارد نہیں کرتا۔ تو خدا خود اسے ابتلا میں ڈالتا ہے۔ اگر وہ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے نماز ادا کرنے سے جی چراتا ہے جسے وہ گرم بھی کر سکتا تھا۔ تو اُسے ایسے ٹھنڈے پانی میں غرق کر دیا جاتا ہے۔ جس سے وہ کبھی نکل نہیں سکتا۔ اور اگر وہ اپنی خوشی سے خُدا کے لئے ۱۲ گھنٹے فاقہ برداشت نہیں کر سکتا تو خُدا اس کو ایسے فاقہ میں ڈال دیتا ہے۔ کہ اسے مانگنے سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ پھر اگر وہ خدا کی رضا کے لئے اپنی خوشی سے زکوٰۃ نہیں دیتا۔ تو خُدا اس کا سارا مال برباد کر دیتا ہے اور وہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ پھر اگر انسان خود اپنی خوشی سے خُدا کی راہ میں عمر بھر میں باوجود ہر قسم کی سہولتوں اور ہر قسم کے امن و امان کے ایک دفعہ بھی حج نہیں کرتا تو خُدا ایسی جلاوطنیوں میں ڈال دیتا ہے کہ اس کو اپنے وطن کا کچھ پتہ نہیں رہتا۔ لیکن اگر یہ خود بخود اپنے لئے ان سزاؤں کو جو اس کے اختیار میں خُدا نے رکھی ہیں تجویز کرے۔ تو اس پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس حالت میں خدا تعالیٰ اس کا ممد و معاون ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ اُن ابتلاؤں سے جی چرائے تو اس کے لئے کوئی ممد نہیں رہتا۔

پس مَیں اپنی جماعت کے لوگوں کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں۔ جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کیا۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کام مقرر فرمائے ہیں ان میں سے تبلیغ ہے۔ مدرسہ ہے۔ رسالہ ہے۔ لنگر ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کی ضرورت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ چاروں طرف سے مبلّغوں کے مانگنے کی صدائیں آ رہی ہیں۔ ان کاموں کو چلانے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے ہر ایک احمدی پر اس کی حیثیت کے مطابق چندہ مقرر فرمایا ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک پر فرض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے ماتحت بہت سے ایسے ہیں جو اپنی حیثیت سے بھی بڑھ کر چندہ دیتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو حیثیت کے مطابق دیتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو حیثیت سے کم۔ لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو مطلق کچھ نہیں دیتے۔ مَیں ایسے لوگوں کو یہ اصل یاد دلاتا ہوں کہ تم نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر اقرار کیا ہُوا ہے۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ لیکن اگر تم اس اقرار کو پورا نہیں کرو گے۔ تو بتلاؤ۔ کہ پھر تم سزا کے مستوجب ٹھہرو گے۔ یا نہیں۔ ضرور تم سزا کے مستوجب ٹھہرو گے۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسی کہ گورنمنٹ کے وزراء نے کہی کہ اگر تم خوشی سے گورنمنٹ کو قرض دو تو سود ملے گا۔ اور اگر نہیں دو گے تو پھر ایسے قوانین بنائے جائیں گے جن کے ماتحت تم کو مجبوراً دینا پڑے گا۔ اور اس وقت تم کو اس شرح سود سے بھی جو اس وقت دیا جاتا ہے نہیں دیا جائے گا۔ پس یہی حال یہاں بھی ہوگا۔ اگر اپنے عہدوں کو یاد کرو اور خوشی سے ان کاموں کو انجام دیتے رہو۔ جو خدا کا مسیح تم پر مقرر کر گیا ہے۔ تو بڑا نفع اور بڑا فائدہ پاؤ گے۔

اور اگر اپنی خوشی سے ایسا نہیں کروگے۔ تو مجبور کر کے تم سے لیا جائے گا۔ اور اس وقت تمہارے لئے کوئی اجر نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی قرض سے ہی تعبیر فرماتا ہے۔ کہ اگر تم ہم کو قرض دو گے۔ تو ہم تمہیں بہت سود یعنی نفع دیں گے[1]۔ لیکن اگر خدا کے دین کے لئے نہیں دو گے۔ تو پھر اپنے مآل کار کی طرف دیکھو اور اس سزا پر غور کرو جو مان کر اسکے خلاف کرنیوالوں کے لازم حال ہے۔ گورنمنٹ تو زیادہ سے زیادہ پانچ فیصدی سود دیتی ہے لیکن خدا کو قرض دینے والے کو جو نفع خدا کی طرف سے ملتا ہے۔ وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ غرض خدا کی طرف سے ملنے والے نفع کو اس نفع سے کچھ نسبت نہیں ہے پس اگر تم خدا کی راہ میں خوشی سے اپنے مال قربان نہیں کروگے۔ تو یاد رکھو۔ کہ تمہارے مال تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر کوئی خدا کیلئے اپنے مال کو قربان نہیں کرتا۔ تو اس کو مجبوراً چھوڑنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی خدا کیلئے اپنے تعلقات کو قربان نہیں کرتا تو اس کو تمام تعلقات مجبوراً قطع کرنے پڑیں گے۔ پس جب تک تمہارے اختیار میں ہے۔ خوشی سے کرو۔ اور اگر اپنی خوشی سے نہ کرو۔ تو پھر خدا تعالیٰ تم سے مجبوراً کرائیگا۔ میں اپنی جماعت کو اسکے عہد یاد دلاتا ہوں۔ اس وقت خدا کے دین کیلئے جانوں کی ضرورت نہیں بلکہ مال کی ضرورت ہے اور تم نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ پس خوشی سے دین کے کاموں میں حصّہ لو۔ اور بڑھ بڑھ کر قدم آگے بڑھاؤ۔ اس کے بدلہ میں تمہارے لئے بڑے بڑے اجر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدہ: ۱۸)

اسی طرح حدیث میں آیا ہے لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔[2] پس اگر ہم خوشی سے ان فرائض کو انجام دیں گے تو ہمارے لئے بڑے انعامات ہیں۔ لیکن اگر خوشی سے ادا نہ کریں گے تو پھر خود ہی سمجھ لو کہ کیا ہوگا جس طرح کوئی ایسا نفع نہیں جو خدا نہ دے سکتا ہو۔ اسی طرح کوئی سزا ایسی نہیں جو وہ نہ دے سکتا ہو۔ خدا تعالیٰ ہمارے کاموں کو دن بدن بڑھا رہا ہے اور ان کا بڑھنا بتلاتا ہے۔ کہ ہم اس کو برداشت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یکلف اللّٰہ نفسًا الّا وسعھا۔ اگر ہم برداشت نہ کر سکتے تو وہ ہم پر اور بوجھ نہ ڈالتا یہ جدا بات ہے کہ ہم سستی کریں اور اس کو اچھی طرح نہ سنبھالیں۔ ابھی نائیجیریا میں ایک سو سے زیادہ احمدی ہوئے ہیں۔ ہمارا تو کوئی آدمی وہاں نہیں گیا۔ خدا نے خود ہی ان کو احمدیت کی طرف راہ نمائی کی ہے۔ وہ لوگ اب مبلغ چاہتے ہیں۔ اگر ان کو مبلغ نہ دیا جائے تو وہ اور ترقی نہیں کر سکتے۔ پس ان کے لئے فوراً آدمی چاہیئے۔ اسی طرح اور کئی جگہوں کے لئے مبلغوں کی ضرورت ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت کیلئے اٹھ کھڑے ہو۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان سب فیوض کے حاصل کرنے کی توفیق دے۔ جو راستبازوں کے لئے ہیں۔ اور پہلے انبیاء کی جماعتوں کو ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ آمین۔ (الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۲۱ء)

---

[1] مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ۔ (البقرہ: ۲۴۶)

[2] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ سجدہ۔